اُردو میں تحقیقِ منسوبات کی رِوایت

محمد یوسُف چوہان، پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

ABSTRACT:

Tehqeeq-e-mansoobat is a branch of tehqeeq in which the problem of authorship of some book is solved on the basis of internal and external evidences. Here, literal and terminological meanings of tehqeeq-e-mansoobat are given briefly. After that, complete tradition of tehqeeq-e-mansoobat in Urdu is presented from beginning to 1920 chronologically, first time. Important work is Gosha-e-Tehqeeq-e-Mansoobat of the departmental research journal *Tehqeeq* Jamshoro. First mohaqqiq of tehqeeq-e-mansoobat in urdu is Allama Shibli Nomani and the last one is Dr. Arif Noshahi. Qualitatively, the work of Hafiz Mehmood Sherani, Dr. Nazir Ahmed, Dr. Ghulam Mustafa Khan and Dr. Najmul Islam is prominent. Dr. Najamul Islam is one. who worked in this respect comprehensively. He set principles of tehqeeq-e-mansoobat. His translated and extracted work is also important in this dimention.

کلیدی الفاظ: منسوبات، تحقیقِ منسوبات، ملکیتِ تصنیف، حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان، ڈاکٹر نذیر احمد، ڈاکٹر نجم الاسلام۔

منسوبات جمع ہے منسوب کی۔ منسوب اصل میں نسب کا اسمِ مفعول ہے۔ **فرہنگِ آصفیہ** کے مطابق: "نَسَب۔ع۔اسمِ مذکر:۔ نسل۔اصل۔ نژاد۔ سلسلہٗ خاندان۔ بناؤلی۔ حسب کا نقیض۔ باپ کی طرف سے نسبت"۔ **المعانی** میں منسوب کے تحت درج ہے: "منسُوب: [اسم] نسب بیان کیا ہوا، نسبت قائم کیا ہوا۔ "**اردو لغت** (تاریخی اصول پر) کے مطابق: "منسوبات: (فت م، سک ن، و مع) امث؛ ج۔ نسبت رکھنے والی چیزیں یا باتیں، متعلقات ۔۔۔"اصطلاحی طور پر منسوبات کا تعلق، انتساب سے ہے۔ انتساب کے معنی نسبت دینا ہیں۔ اس میں ایک مصنف یا شاعر کی تحریر یا کلام دوسرے سے غلط فہمی، عقیدت، بدنیتی، لاعلمی یا کسی اور وجہ سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام نے منسوبات کی تعریف محتاط انداز میں یوں کی ہے:

> "منسوبات سے ہماری مراد ایک ایسی قابل قبول اصطلاح ہے، جس میں (وسیع معنوں میں) سرقہ، اِلحاق، التباس، انتحال، جعل اور ملکیتِ تصنیف سے متعلق اسی نوعیت کے دیگر

امور اور اشکالات آجاتے ہیں، جو تصنیف یا کلام اپنی اصل کے علاوہ کسی اور طرف منسوب ہو یا اپنی اصل حالت پر نہ رہے اور دوسروں کا کلام اس میں مخلوط ہو یا کر دیا گیا ہو، اسے منسوبات کے تحت رکھا جا سکتا ہے۔"[۱]

نجم الاسلام نے منسوبات کے تحت غلط انتساب کی تحقیق اور درستی کو بھی شامل کیا ہے؛ یعنی درست انتساب کے بطلان میں اربابِ تحقیق کو اس بطلان کا بطلان کر کے انتساب کو پھر اسی پہلی درست حالت پر لانا پڑتا ہے۔ منسوبات کی اصطلاح میں ان غلط انتسابات کی بھی گنجائش ہے، جو تصنیفات اور کلام ہی نہیں اشخاص و اماکن سے متعلق ہوتے ہیں۔ ظفر احمد صدیقی، پروفیسر شعبۂ اردو، مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ تحقیقِ منسوبات کی تعریف اور توضیح اس طرح کرتے ہیں:

"تحقیق کے شعبوں میں ایک اہم شعبہ تحقیقِ منسوبات بھی ہے۔ اس کے تحت کسی کلام یا تصنیف کی نسبت کی تحقیق کی جاتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اصل شاعر یا مصنف کے بجائے کسی اور کی طرف کلام یا کتاب منسوب ہو جائے اور محقق صحیح نسبت واضح کر دے۔ دوسرے یہ کہ اصل انتساب کو زمانۂ مابعد میں کسی وجہ سے رد کر دیا جائے۔ پھر بعد کا محقق صحیح صورتِ حال کا تعین کر دے۔"[۲]

ہر زبان میں تحقیقِ منسوبات، تحقیق کے ایک شعبے کے طور پر مروّج ہے۔ اردو میں تحقیقِ منسوبات کی روایت کا آغاز علامہ شبلی نعمانی سے ہوتا ہے۔ شبلی نے **سرّ العالمین** کے امام غزالی سے انتساب کو جعلی ثابت کیا۔ اگست ۱۹۰۲ء میں شبلی نعمانی کی **الغزالی**، نامی پریس، کان پور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں ایک عنوان "مبحوث فیہ تصنیفات" کے نام سے ہے، جس میں امام غزالی کی چار تصانیف کے مشکوک انتسابات پر بحث کی گئی: **متحول،مضنون بہ علیٰ غیر اہلہ، کتاب النفخ و التسویتہ**اور**سرّ العالمین**۔ شبلی نعمانی نے ان کتابوں کا تحقیقی تجزیہ کرنے کے بعد پہلی تین کتابوں کے امام غزالی سے انتساب کو درست ثابت کیا اور چوتھی کتاب کے امام غزالی سے انتساب کے بارے میں لکھتے ہیں: "ہمارے نزدیک یہ کتاب بے شبہ جعلی ہے۔"[۳] کتاب کے جعلی ہونے کے بارے میں انھوں نے دو داخلی شواہد پیش کیے۔

اکتوبر ۱۹۲۱ء میں حافظ محمود شیرانی کا مقالہ "ہجوِ سلطان محمود غزنوی"، انجمن ترقی اردو کے سہ ماہی رسالے **اردو** اورنگ آباد دکن میں شائع ہوا۔ حافظ شیرانی نے اس مضمون میں فردوسی کی طرف منسوب ہجویہ اشعار کی تنقیح و تردید کی۔ انھوں نے نتیجہ اخذ کیا کہ ہجو کے اکثر اشعار جعلی ہیں۔ چند اشعار ہی ہجویہ ہیں، جن کی تعداد میں وقت

گزرنے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا گیا۔ حافظ شیرانی کے مطابق: **گرشاسپ نامہ** اسدی، **یوسف زلیخا**، **بہمن نامہ** اور **بوستانِ** سعدی میں چار صدیوں کا فاصلہ ہے اور جو اشعار ان وسائل سے لیے گئے ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ سعدی کے زمانے تک ہجو کی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔[۴] اس کے بعد تحقیقِ منسوبات پر ان کے متعدد مضامین شائع ہوئے:

۱۔"**یوسف وزلیخا**ے فردوسی"، مطبوعہ سہ ماہی **اردو** اورنگ آباد دکن، جلد دُوم، حصہ ششُم، اپریل ۱۹۲۲ء۔

۲۔"تنقیدِ **شعر العجم**"، مطبوعہ **اردو** اورنگ آباد دکن، جلد دوُم، حصہ ہشتُم، اکتوبر ۱۹۲۲ء۔

۳۔"تنقیدِ **شعر العجم**(۲)"، مطبوعہ **اردو** اورنگ آباد دکن،، جلد سوم، حصہ دہم، اپریل ۱۹۲۳ء۔

۴۔"تنقیدِ **شعر العجم**(۳)"، مطبوعہ **اردو** اورنگ آباد دکن، جلد چہارم، حصہ چہار دہم، اپریل ۱۹۲۴ء۔

۵۔"**دیوانِ حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری**ؒ"، مطبوعہ **اردو** اورنگ آباد دکن، جلد چہارم، حصہ پانزدہم، جولائی ۱۹۲۴ء۔

۶۔"**خالقِ باری**"، مطبوعہ **اورینٹل کالج میگزین** لاہور، جلد ۳، نمبر ۱، نمبر سلسلہ ۷، نومبر ۱۹۲۶ء۔

۷۔"تصنیفاتِ فرید الدین عطار"، مطبوعہ **اردو** اورنگ آباد دکن، ساتویں جلد، ۱۹۲۷ء۔

۸۔"فارسی زبان کی ایک قدیم فرہنگ میں اردو زبان کا عُنصر"، مطبوعہ **مخزن** لاہور، مارچ واپریل ۱۹۲۹ء۔

۹۔"**قصۂ چہار درویش**"، مطبوعہ **کاروان** لاہور، ۱۹۳۳ء۔

۱۰۔"**پرتھی راج راسا** ازچند بردائی مطالِع اور مطالِب"، مطبوعہ **اورینٹل کالج میگزین** لاہور، جلد ۱۰، عدد ۳، مئی ۱۹۳۴ء۔

۱۱۔"تنقید بر **آبِ حیات** کا دوسرا حصہ"، مطبوعہ **اورینٹل کالج میگزین** لاہور، جلد ۱۸، عدد ۱، عددِ مسلسل ۶۷، نومبر ۱۹۴۱ء۔

۱۲۔**دیوانِ ذوق** پر مضامین کا سلسلہ (سات قسطیں)، مطبوعہ **ہندوستانی** الہ آباد، ۱۹۴۴ء۔ جنوری، اپریل ۱۹۴۷ء۔

منسوبات پر حافظ محمود شیرانی کے بھرپور تحقیقی کام کو دیکھ کر، ڈاکٹر نجم الاسلام کے الفاظ میں، کہا جاسکتا ہے کہ وہ اردو میں جدید تحقیقِ منسوبات کے بانی ہیں۔

مئی ۱۹۲۳ء میں پروفیسر محمد محفوظ الحق کا مضمون "زیب النساء اور **دیوانِ مخفی**"، **معارف** اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔ **تذکرۂ شمعِ انجمن**، **صبح گلشن**، **ریاض الافکار** اور **تذکرۃ الخواتین** وغیرہ

میں **دیوانِ مخفی** کو زیب النساء بیگم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یورپین مستشرقین، مثلاً: ڈاکٹر اسپرنگر، ڈاکٹر ریو اور مسز وسٹبروک وغیرہ نے بھی اس دیوان کو زیب النساء کی طرف ہی منسوب کیا۔ فاضل مضمون نگار نے خارجی اور داخلی شواہد کی بنیاد پر اس دیوان کے زیب النساء کی طرف انتساب کا اَبطال کیا اور ثابت کیا کہ اس دیوان کا اصل شاعر مخفی رشتی ہے۔ نیاز فتح پوری نے **مونس الارواح** کا انتساب بھی زیب النساء کے نام کر دیا۔ فاضل مضمون نگار نے واضح کیا کہ **مونس الارواح** جہان آراء، دخترِ شاہ جہاں کی مشہور تالیف ہے۔[۵] اسی موضوع پر ۱۹۹۵ء میں پروفیسر سید امیر حسن عابدی کا مضمون "**دیوانِ مخفی**"، **جرنل عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ** ٹونک میں شائع ہوا۔ مضمون نگار کے مطابق: اس میں بہت سے مخفی تخلص رکھنے والے شاعروں کا کلام جمع اور خلط ملط کر کے، ان سب کو زیب النساء سے مُعَنون کر دیا گیا، جس میں کچھ کلام زیب النساء کا بھی ہے، مگر زیادہ تر دوسروں بلکہ ایک خُراسانی شاعر کا ہے۔[۶]

مئی ۱۹۲۴ء میں پروفیسر نکلسن کا مضمون "فیہ مافیہ" کا اردو ترجمہ، مترجم کے نام کے بغیر، **معارف** اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر نجم الاسلام کے مطابق: مترجم عبد الماجد دریابادی ہوں گے۔[۷] پروفیسر نکلسن نے یہ مضمون رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے صد سالہ اجلاس میں پڑھا تھا۔ **فیہ مافیہ** کا انتساب مولانا جلال الدین رومی سے کیا جاتا ہے۔ مضمون میں فاضل مضمون نگار نے کتاب کے رومی سے انتساب و استناد سے متعلق ایک جائزہ پیش کیا۔ مضمون نگار کے مطابق: رسالہ یقیناً کسی دوسرے شخص کی جمع و تالیف کا نتیجہ ہے۔ **فیہ مافیہ** بہ حیثیتِ مجموعی مستند ہے، تاہم بعض مقامات مشتبہ بھی ہیں، جن کا حوالہ مضمون میں دیا گیا ہے۔[۸]

اپریل ۱۹۳۸ء میں مالک رام کی کتاب **ذکرِ غالب**، مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، دہلی سے شائع ہوئی، جس میں ایک عنوان "**لطائفِ غیبی** کا مصنف" ہے۔ **لطائف غیبی**، ۱۸۶۵ء میں سیّد سعادت علی کی **محرقِ قاطعِ برہان** کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ اس پر مصنف کا نام میاں داد خاں سیاح لکھا ہے، مگر مالک رام کے مطابق: یہ محض مغالطہ ہے۔ اصل میں یہ مرزا غالب کی اپنی کتاب ہے، جو انھوں نے مذکورہ بالا نام سے شائع کروائی تھی۔ مالک رام نے کئی داخلی و خارجی دلائل اپنے موٴقف کی تائید میں پیش کیے ہیں۔[۹]

جولائی ۱۹۴۱ء میں مولوی امتیاز علی خان عرشی کا مضمون "ظہور الاسرار نامی اور مطہر کڑہ"، **معارف** اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔ خواجہ نظامی گنجویؒ کی مثنوی **مخزنِ اسرار** کی شرحیں متعدد اہلِ قلم نے لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب **ظہور الاسرار**، نامی، مطبع نولکشور، جولائی ۱۸۸۵ء میں دوسری بار طبع ہوئی۔ اس شرح کے دیباچے میں مصنِف کا نام، ظہور الحسن بھٹوری بن محمد کلیم اللہ بن عظمت اللہ از اولادِ سید ابو الحسن عریضی حسنی الحسینی

ظاہر کیا گیا ہے۔ قلمی نسخوں کا مطبوعہ نسخے سے موازنہ کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک قلمی نسخہ ۱۰۵۵ھ کا ہے اور اس میں مصنف کا نام محمد بن قوام الدین البلخی تحریر ہے۔ مزید یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ کسی ظہور الحسن نے اصل مصنف کا نام حک کرکے اس کی جگہ اپنا نام لکھ کر کتاب کو اپنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔[۱۰] پھر امتیاز علی عرشی، بلخی کے نام، عرف اور لقب کی تحقیق کا سوال اٹھاتے ہیں اور نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ یہ کتاب بدرالدین مطہر بن قوام بن رستم محمود البلخی الکرئی کی تصنیف ہے۔ "مختلف وجوہ کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ مطہر کرئی وہی شخص ہے، جو فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں بنام مطہر کڑہ شعر گوئی کے وصف سے موصوف تھے۔ یہ اصلاً بلخ کا ہے، لیکن اس کا باپ کڑہ مانکپور میں آباد ہو گیا تھا۔ اس لیے یہ اپنے آپ کو البلخی الکرئی لکھتا ہے۔ اس مضمون کا متعاقبِ مضمون "ظہور الاسرار نامی اور مطہر کڑہ" از ڈاکٹر نذیر احمد، **معارف** اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا۔ مضمون نگار نے اس مضمون میں مولانا عرشی کے اس بیان سے اختلاف کیا کہ مطہر بلخی کرئی، شارحِ **مخزن الاسرار** اور فیروز شاہ تغلق کے عہد کا مشہور شاعر مطہر کڑہ ایک ہی شخص تھے۔"[۱۲]

اگست ۱۹۴۱ء میں پروفیسر محمد اقبال کا مضمون "رباعیاتِ خیام کی تعیین"، **اورینٹل کالج میگزین** لاہور میں شائع ہوا۔ پروفیسر اقبال نے اس موضوع پر مقالہ آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کے ساتویں اجلاس میں پڑھا تھا، جو ۱۹۳۳ء میں بڑودہ میں منعقد ہوا۔ مضمون نگار کے مطابق: ہمارا فارمولا یہ ہوگا کہ رباعیاتِ خیام کے قدیم مجموعوں میں تمام وہ رباعیاں جو دوبیتیاں ہیں اور جن میں فلسفہ اور آزاد خیالی کی تعلیم ہے، ضرور اصلی ہیں۔"[۱۳]

اکتوبر ۱۹۵۰ء میں قاضی عبدالودود کا مضمون "مصحفی اور سودا"، سہ ماہی رسالہ **اردو ادب** علی گڑھ میں شائع ہوا۔ **مطبوعہ کلیاتِ سودا** میں طویل رائیہ قصیدہ ہے:

کیا حضرتِ سودا نے کی اے مصحفی! تقصیر　　　کرتا ہے جو ہجو اس کی تو ہر صفحے میں تحریر

قاضی صاحب کے مطابق: **کلیاتِ سودا** کے نو دس قلمی نسخے انھوں نے دیکھے، لیکن کسی میں یہ قصیدہ نہیں ملا۔ اس کے اصل مصنِف کا نام کہیں نہیں ملتا۔ قاضی صاحب نے دلائل سے ثابت کیا کہ اس ہجویہ قصیدے کا شاعر مرزا سودا کا شاگرد مرزا احسن ہے۔"[۱۴]

۱۹۵۱ء میں قاضی عبدالوَدود کا مضمون "ایک انگریز مستشرِق کا سرقہ"، **مُعاصِر**، حصہ ۱ میں شائع ہوا، جس میں قاضی صاحب نے اڈورڈ ہنری پامر کے سرقے کو بے نقاب کیا۔ اپریل ۱۸۷۲ء کے **اودھ اخبار** میں پامر نے ڈیوک آف اڈنبرا اور دخترِ زارِ روس کی شادی کا مفصّل حال قلم بند کیا، جس میں جابجا اشعار کو اپنی طرف منسوب کر

لیا۔ قاضی صاحب کے مطابق: ان اشعار میں ایک کے سوا کوئی پامر کا نہیں۔ باقی ماندہ اشعار میر حسن کی ایک مثنوی سے لیے گئے ہیں، جو ان کے قلمی کلیات میں موجود ہیں۔ پامر نے بعض اشعار میں تصرّف بھی کیا ہے۔[۱۵]

جنوری ۱۹۵۴ء میں مولانا حبیب الرّحمٰن اعظمی مؤ کا مضمون "**مبارق الازہار** کس کی تصنیف ہے ؟"، **معارف** اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔ عبداللطیف بن ملک یا ابنِ فرشتہ کی تصنیفات میں **مشارق الانوار** کی شرح **مبارق الازہار** استنبول سے شائع ہوئی۔ **مبارق الازہار** کی نسبت قاضی سید نورالدین حسین نے **معارف**، جولائی ۱۹۴۹ء میں اور ڈاکٹر سید باقر علی استاد شعبۂ عربی، اسمٰعیل کالج بمبئی نے **معارِف**، اکتوبر ۱۹۵۰ء میں یہ انکشاف کیا کہ وہ ایک ہندوستانی عالم کی تصنیف ہے، جو احمد آباد کے باشندے تھے۔ ان کے والد کا نام عبدالملک بنبانی تھا اور ان کی وفات ۹۱۵ھ میں ہوئی۔ مضمون نگار نے دلائل سے ثابت کیا کہ یہ نیا انکشاف معیارِ تحقیق پر پورا نہیں اترتا۔ دونوں کے آباواجداد، علاقے اور سنین میں اتنا فرق ہے کہ دونوں ایک شخصیت ہو ہی نہیں سکتیں۔[۱۶]

جولائی ۱۹۵۴ء میں ڈاکٹر نذیر احمد کا مضمون "خسرو ثانی شیخ جمالی دہلوی"، سہ ماہی **اردو ادب** علی گڑھ میں شائع ہوا، جس میں مضمون نگار نے جمالی دہلوی، م: ۹۴۲ھ کی چار تصانیف کا تذکرہ کیا۔ دنیا کے مختلف کتب خانوں میں ۳۶ کتابیں جمالی سے منسوب ہیں، جن میں **مصباح الارواح** بھی شامل ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا جمالی دہلوی مولفِ **سیر العارفین** ہی مذکورہ کتابوں کا مصنف ہے یا جمالی کوئی اور ہے۔ مضمون نگار کے خیال میں افتاؤ کے شبہات قابل توجہ ہیں اور مزید دلائل دے کر قیاس ظاہر کیا کہ جمالی دہلوی، جمالی ایرانی سے الگ ہے۔[۱۷] اس کے بعد ڈاکٹر نذیر احمد کے متعدد مضامین تحقیقِ منسوبات پر شائع ہوئے:

۱۔ "کیا **مصباح الارواح** کا مصنف جمالی دہلوی تھا"، مطبوعہ **تحقیق**، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو، مئی ۱۹۹۸ء۔

۲۔ "**مینا بازار**"، مطبوعہ **معارف** اعظم گڑھ، جلد ۷۵، عدد ۴، اپریل ۱۹۵۵ء۔

۳۔ "**دیوانِ حافظ** میں الحاق"، مطبوعہ **معارِف** اعظم گڑھ، جلد ۷۹، نمبر ۱، جنوری ۱۹۵۷ء۔

۴۔ "حیدر آباد کا پرانا نام: بھاگ نگر۔۔۔۔افسانہ یا حقیقت"، مطبوعہ **خدا بخش لائبریری جرنل** پٹنہ، شمارہ ۴۷، ۱۹۸۸ء۔

۵۔ "کیا **دیوانِ قطب الدین، دیوانِ خواجہ بختیار کاکی** ہے ؟" مطبوعہ **معارف** اعظم گڑھ، جون ۱۹۹۰ء۔

۶۔ "**فرہنگ قوّاس** کا جعلی نسخہ"، مطبوعہ **تحقیق**، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو، مئی ۱۹۹۸ء۔

۷۔ "**چندر بدن و مہیار** کے مصنف کے تعیّن کے بارے میں محمد اکبرالدّین صدیقی صاحب کی کوشش کا جائزہ"، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، مئی ۱۹۹۸ء۔

۸۔ "حافظ شیرازی کے دیوان میں غلط انتسابات کی مثالیں"، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، مئی ۱۹۹۸ء۔

۹۔ "عمید لویکی کے کلام میں غلط انتسابات کی نشان دہی"، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، مئی ۱۹۹۸ء۔

اکتوبر ۱۹۵۴ء میں میاں اختر جوناگڑھی کا مضمون "مرزا غالبؔ (۱۷۹۶ء۔۱۸۶۹ء) اور امیرؔ مینائی (۱۸۲۸ء۔۱۹۰۰ء)"، سہ ماہی رسالہ **نوائے ادب** بمبئی میں شائع ہوا۔ مضمون نگار نے کسی محمد امیرؔ لکھنوی کے کلام کو امیر احمد امیرؔ مینائی لکھنوی سے منسوب کر دیا۔ اگرچہ انھوں نے یہ انتساب قیاس کی بنیاد پر کیا: "کیوں کہ امیرؔ لکھنوی کوئی دوسرا شاعر لکھنؤ میں مشہور نہیں ہوا۔"[۱۸] اس مضمون کے جواب میں جنوری ۱۹۵۵ء میں مالک رام نے مضمون "مرزا غالبؔ اور امیرؔ مینائی"، سہ ماہی **نوائے ادب** بمبئی میں شائع کیا۔ مالک رام کے خیال میں قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کو غلط فہمی ہوئی۔ جب تک کوئی اور اس سے زیادہ قوی قرینہ نہ ہو، محض امیر تخلص کی بنا پر اس قطعے کو امیرؔ مینائی سے منسوب کرنا ٹھیک نہیں۔[۱۹]

مارچ ۱۹۵۵ء میں سید محمد مطیع اللہ راشد برہانپوری کا مضمون "**مجمع البحار** پر تحقیقی نظر"، **معارِف** اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔ **مجمع البحار** نام کی دو کتابیں ہیں، ایک **قرآنِ مجید** کی تفسیر، دوسری شرحِ صحاحِ ستہ۔ دوسری **مجمع البحار** شرحِ صحاح کے مصنف شیخ محمد طاہر پٹنی یا شیخ محمد طاہر گجراتی یا ملّا محمد طاہر پٹنی اور بقول بعض شیخ محمد بن طاہر نہر والہ یا شیخ محمد بن طاہر الفتنی ہیں۔ مضمون نگار اپنی تحقیق سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ دونوں کے جدا جدا دو نام ہیں۔ (۱) **مجمع البحار** تفسیر (۲) **مجمع بحار الانوار** شرحِ صحاحِ ستہ۔ **مجمع البحار** تفسیر کے مصنف حضرت شیخ طاہر محدث سندھی ہیں۔ **مجمع بحار الانوار**، صحاحِ ستہ کی شرح کے مصنف حضرت شیخ محمد طاہر یا محمد بن طاہر پٹنی ہیں، بلکہ محمد بن طاہر ہی زیادہ قرین قیاس ہے۔[۲۰]

فروری ۱۹۵۷ء میں ڈاکٹر غلام مصطفی خاں کا مضمون "عمادی غزنوی یا عمادی شہریاری"، **معارِف** اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔ یہ مضمون ان کے اپنے ایک مضمون کی وضاحت ہے، جو **معارِف**، مارچ ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا اور جس میں متاخّرین فضلا کی تقلید میں عمادی غزنوی کے علاوہ عمادی شہریاری کو ایک اور شاعر فرض کر لیا تھا۔ بعد ازاں جب **انسائیکلو پیڈیا آف اسلام** کے لیے اس مضمون کی تلخیص کی ضرورت پیش آئی تو معلوم ہوا کہ عمادی غزنوی اور عمادی شہریاری دراصل ایک ہی شاعر کے دو مختلف نام ہیں۔[۲۱] اس کے بعد تحقیقِ منسوبات پر ان کے متعدد مضامین رسائل و کتب کی زینت بنے:

۱۔ "حضرت شیخ عثمانؒ کا **رسالۂ عشقیہ**"، مطبوعہ رسالہ **الرّحیم**، حیدر آباد سندھ، نومبر ۱۹۶۷ء۔

۲۔ "رسالہ **گنج الاسرار**"، مطبوعہ **الرّحیم** حیدر آباد سندھ، جولائی۔ اگست ۱۹۶۸ء۔

۳۔ **بعض مظلوم کتابیں** (مجموعہ مضامین)، مطبوعہ سہ ماہی **اردو** کراچی، جلد ۶۱، شمارہ ۳، ۱۹۸۵ء۔

۴۔ **چند فارسی شعرا** (مجموعہ مضامین)، حیدر آباد، سندھ، ۱۹۸۹ء۔

۵۔ **دیوانِ قطب الدین**، مطبوعہ **سراج البیان**، گا باسنز، کراچی، مئی ۱۹۹۲ء۔

۶۔ "**دیوانِ عبد القادر جیلانیؒ**"، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، شمارہ: ۱۰۔۱۱، مئی ۱۹۹۸ء۔

فروری ۱۹۵۷ء میں ہی عطاء الرّحمٰن عطا کاکوری، پروفیسر پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، پٹنہ کا مضمون "**معدن المعانی**"، **معارِف** اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔ **معدن المعانی** حضرت مخدوم الملک بہاریؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ اس کے مرتب ان کے مسترشد زید ابنِ عربی ہیں، جنھوں نے حضرت کے فرمودات کو قلم بند کیا۔ مرتِب نے لکھا ہے کہ حضرت مخدوم نے بتمامہ پڑھ کر اصلاح سے آراستہ کر کے نامکمل مضمون کو مکمل کیا۔ حضرت مخدوم کی وفات ۷۸۲ھ میں ہوئی۔ ایک جگہ عرفی کا شعر ملتا ہے۔ عرفی کا وجود تو حضرت کے دو سو سال بعد ظہور میں آیا۔ اس سے کتاب مشتبہ ہو جاتی ہے۔[۲۲]

مارچ ۱۹۵۷ء میں حافظ غلام مرتضیٰ، لیکچرار عربی و فارسی الہ آباد یونی ورسٹی کا مضمون "ابن المقفع کی جانب منسوب ارسطاطالیسی تراجم"، **معارِف** اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔ یہ مقالہ اصل میں استاذ پول کروس نے جرمن زبان میں لکھا تھا۔ اس کے بعد ڈاکٹر عبد الرحمان بدوی نے اس کو مع چند دیگر مقالات کے عربی زبان میں ترجمہ کر کے "التراث الیونانی فی الحضارۃ الاسلامی" کے نام سے شائع کیا۔ مضمون ہذا اسی مقالے کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ علمی بحث اس مقالے پر تبصرہ ہے، جو استاد فرنشسکو جبرئیلی نے "مؤلفاتِ ابن المقفع" کے عنوان سے لکھا اور ۱۹۳۲ء میں **مجلۃ الدّراسات الشرقیہ** کی تیرھویں جلد میں شائع ہوا۔ یہ تبصرہ بھی ۱۹۳۳ء میں اسی رسالے کی چودھویں جلد میں "ابن المقفع کے متعلّق" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس کے دو حصے تھے، ایک ارسطاطالیسی تراجِم کے متعلق تھا۔ ذیل کا مضمون اسی کا ترجمہ ہے۔ جبرئیلی نے ابن المقفع کے متعلق مبسوط مقالہ لکھا، جس میں اس مسئلہ پر بحث ہے کہ یہ روایت کہ ابن المقفع نے فارسی ادب کے دوسرے تراجم، مثلاً: **کلیلہ ودمنہ** اور **خدائی نامہ** وغیرہ کی طرح ارسطو کی مؤلفات کے کسی جزو کا بھی ترجمہ کیا، کیا کسی صحیح بنیاد پر قائم ہے؟ اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ ابن المقفع کی تمام علمی کاوشیں ادبی حیثیت رکھتی ہیں، مؤلف جبرئیلی کی رائے میں اس کا احتمال نہیں کہ یہ نسبت صحیح ہو۔ مضمون نگار

داخلی وخارجی دلائل سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ تراجم ابن المقفع نے نہیں، بلکہ اس کے بیٹے محمد بن عبداللہ (بن) المقفع نے فارسی سے نہیں، بلکہ سریانی یا یونانی سے کیے ہیں۔[۲۳]

اگست ۱۹۵۷ء میں ضیاء الدّین اصلاحی، رفیق دارالمصنفین کا ترجمہ شدہ مضمون "**تفسیرِ کبیر** اور اس کے تکملہ کے متعلق"، **معارف** اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔ اس کی دوسری قسط ستمبر ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئی۔ اصل میں یہ مضمون الاستاذ عبدالرّحمٰن المعلمی کے عربی مضمون "حول تفسیر الفخر الرّازی" کا ترجمہ ہے، جو مجلہ **الحج** مکہ کی تین قسطوں میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں فاضل مضمون نگار نے پوری تحقیق کے بعد امام رازی کی اصل تفسیر اور اس کے تکملے کو ایک دوسرے سے الگ کیا۔ مضمون نگار نے بڑی باریک بینی سے نتائج تک پہنچنے کے لیے مرحلہ وار اپنے طریقہ کار کو سوال وجواب کے انداز میں متعارف کروایا۔ **تفسیرِ کبیر** کو دو اشخاص نے مکمل کیا، جن میں ایک شمس الدّین قاضی القضاۃ احمد بن خلیل الخولی المتوفی ۶۳۷ھ ہے اور دوسرا نجم الدّین احمد بن محمد القمولی المتوفی ۷۲۷ھ۔ فاضل مضمون نگار نے تینوں مصنفین کی تحریروں کو بھی الگ الگ شناخت کیا۔[۲۴]

فروری ۱۹۶۱ء میں حبیب الرّحمٰن اعظمی مؤ کا مضمون "**الذخائر والتحف** کس کی تصنیف ہے؟"، **معارف** اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔ کتاب **الذخائر و التحف** جب ڈاکٹر حمید اللہ کے مقدمے کے ساتھ چھپی تو **معارِف** اپریل و مئی ۱۹۶۰ء میں اس پر مفصّل تبصرہ قاضی اطہر مبارکپوری کے قلم سے شائع ہوا۔ سوال یہ ہے کہ کیا **الذّخائر و التحف** ان ہی القاضی الرّشید کی تصنیف ہے یا کسی دوسرے القاضی الرّشید کی؟ قاضی اطہر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو ان ہی کی تصنیف مانتے ہیں۔ اس کے برخلاف ڈاکٹر حمید اللہ کا خیال ہے کہ یہ کتاب ابنِ خلکان والے القاضی الرّشید کی نہیں، بلکہ ان کے دادا کی ہے۔ مضمون نگار کے مطابق: ڈاکٹر حمید اللہ کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد ان ہی کی رائے قرینِ صواب معلوم ہوتی ہے۔[۲۵]

اپریل ۱۹۶۱ء میں مولوی ضیاء الدّین اصلاحی کا مضمون "**عون المعبود** کا مصنف کون ہے؟"، **معارِف** اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔ **عون المعبود** چار جلدوں میں **سننِ ابو داؤد** کے متن کے ساتھ مطبع انصاری، دہلی سے شائع ہوئی۔ یہ دراصل **غایۃ المقصود** کا خلاصہ ہے۔ مشہور یہ ہے کہ **عون المعبود** کے مؤلف اور شارح مولانا شمس الحق ڈیانوی ہیں۔ مضمون نگار پر امام ابوداؤد پر مضمون لکھنے کے سلسلے میں جب یہ شرح دیکھنے کا اتفاق ہوا تو اس کے خطبے ہی سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان کے بجائے ان کے برادرِ خورد مولانا اشرف الحق کی شرح ہے۔[۲۶]

۱۹۶۴ء میں ڈاکٹر محمد ایوب قادری کی مرتّبہ کتاب **مجموعۂ وصایاءِ اربعہ**، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد، سندھ سے شائع ہوئی۔ مقدمے میں ایّوب قادری لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ دہلوی سے منسوب بعض ایسے

رسالے بھی ملتے ہیں، جو شاہ صاحب کی تصنیف نہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا نام مرزا علی لطف مؤلفّ **تذکرۂ گلشن ہند** کا ہے۔ یہ تذکرہ ۱۸۰۱ء میں تالیف ہوا۔ مرزا علی لطف نے ولی اللہ سرہندی المتخلص بہ اشتیاق کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سمجھ کر ان کی ہجو کی اور ان سے دو کتابیں منسوب کیں۔ ایک **قرۃالعین فی ابطال شہادۃ الحسنین** اور دوسری **جنت العالیہ فی مناقب المعاویہ**۔ علامہ شبلی نعمانی نے حاشیے میں لکھا کہ دونوں نام غلط ہیں۔ پہلی کتاب **فضیلِ شیخین** میں ہے۔ شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے ابطال سے خدانخواستہ اس کو کوئی تعلق نہیں اور دوسری کتاب تو بالکل فرضی ہے۔ معاویہ کے مناقب میں ان کی کوئی کتاب نہیں۔[۲۷] مولانا وکیل احمد سکندرپوری **البلاغ المبین** کے متعلق اپنی تصنیف **وسیلۂ جلیلہ** میں لکھتے ہیں کہ یہ کتاب کسی وہابی کی تصنیف ہے، جسے کافی لیاقت نہ تھی مگر اعتبار واستناد کے لیے مولانا شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب کر دی۔ فاضل مضمون نگار کے مطابق: یہی صورتِ حال **تحفۃ الموحدین** ، **البلاغ المبین**،**قولِ سدید**، **اشارۂ مستمرہ**،**رسالۂ اوائل** اور **فیما یحب حفظ للناظ** کی ہے۔[۲۸]

اپریل، مئی، جون ۱۹۶۶ء میں قاضی عبدالوَدود کا مضمون **"دساتیر"** ،**نقوش** لاہور میں شائع ہوا۔ **دساتیر** ، طبع اول کا مرتب وناشر ملا فیروز (۱۸۳۰ء) ہے۔ اس کا ایک نسخہ ملا فیروز کے والد ملا کاؤس کو اصفہان میں ملا۔ اس کی جلد ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۱۸ء میں شائع ہوئی۔ **دساتیر** کے ممکنہ جعل ساز آذر کیوان کا نسب نامہ **دبستانِ مذاہب** میں درج ہے۔ قطعی طور پر یہ ثابت کرنا ممکن نہیں، لیکن قرائنِ قوی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ خود آذر کیوان **دساتیر** کا مصنف ہے۔**دبستانِ مذاہب** کے مصنف نے اپنے حالات تو دیے، لیکن کسی جگہ اپنا نام نہیں دیا۔ ملا فیروز نے خیال ظاہر کیا کہ میر ذوالفقار علی اس کے مصنف ہیں۔**مآثر الامرا** نے ذوالفقار اردستانی موبد کو اس کا مصنف لکھا۔ یہ قول بھی ہے کہ کیخسرو پسرِ آذر کیوان اس کا مصنف ہے، قاضی عبدالودود اس سے متفق ہیں۔ ان کے خیال میں یہ بخوبی ممکن ہے کہ اس نے کبھی اپنے آپ کو میر ذوالفقار اور کبھی ذوالفقار کہا ہو۔ موبد تخلص کے ایک شاعر کا دیوان فارسی کتاب خانۂ خدابخش میں موجود ہے۔ قاضی صاحب کے مطابق: اس میں شبہ کی بہت کم گنجائش ہے کہ یہ موبد وہی ہے، خواہ وہ آذر کیوان کا بیٹا ہو یا نہ ہو۔[۲۹]

۱۹۶۶ء میں حکم چند نیّر کا مضمون "نوادرِ بنارس"، **اردو ادب** علی گڑھ میں شائع ہوا، جس میں ہندو یونی ورسٹی، بنارس کے لالہ سری رام کے کتب خانے کی حالتِ زار کا رونا رونے کے بعد دستبردِ زمانہ سے بچ جانے والے مخطوطات کی ایک فہرست پیش کی گئی، جس میں ایک مخطوطے **دیوانِ عاجز** کا تعارُف یوں کروایا گیا: عاجزؔ نے مشہور شعرا کی غزلوں میں اپنا تخلص ڈال کر اپنا دیوان تیار کیا ہے، جیسے داغؔ کا مشہور مقطع انھوں نے اپنے نام یوں کیا:

نہیں کھیل عاجزؔ یہ یاروں سے کہہ دو　　　　　　　　کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے [۳۰]

جنوری ۱۹۶۸ء میں محمد شکیل احمد صدیقی، شعبۂ فارسی و اردو، لکھنؤ یونی ورسٹی کا مضمون "دیوان منسوب بہ منصور حلاج"، **معارف** اعظم گڑھ میں شائع ہوا، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ انھیں منصور حلاج کی طرف منسوب ایک فارسی دیوان ملا۔ تخلص حسین نظم ہوا ہے۔ مطبع زہرہ ایران میں زیرِ اہتمام کتابخانہ سنائی چھپا ہے۔ دیوان کے شروع میں جناب ولی اللہ یوسفیہ کا مقدمہ ہے۔ مقدّمہ سے قبل ایک صفحے کا مقدّمۂ ناشر ہے، جس میں لکھا ہے کہ میرا کام ان اشعار کو مدّون اور نشر کرنا تھا، لیکن اس بات کی تحقیق کرنا کہ یہ اشعار منصور حلاج کے ہیں یا نہیں، محققوں کا کام ہے۔ اس تحریر نے ناشر کی ذمہ داری کو بڑی حد تک ہلکا کر دیا، مگر فاضل مقدمہ نگار ولی اللہ یوسفیہ نے اس کو منصور حلاج کا کلام یقین کر لیا۔ اس مضمون میں مضمون نگار نے دلائل سے ثابت کیا کہ یہ دیوان منصور حلاج کا نہیں ہے۔[۳۱]

اپریل ۱۹۶۸ء میں نجم الاسلام کا مضمون "**گربہ نامہ**"، **صحیفہ** لاہور میں شائع ہوا، جس میں نجم الاسلام نے ثابت کیا کہ **گربہ نامہ** کا مصنف غلام علی آزاد بلگرامی نہیں ہو سکتا۔ بعد ازاں اپریل ۱۹۷۱ء میں نجم الاسلام کا مقالہ "غلام علی آزاد بلگرامی سے منسوب **گربہ نامہ** اور اس کا اصل مصنف" بھی **صحیفہ** لاہور میں شائع ہوا، جس میں نجم الاسلام نے ثابت کیا کہ **گربہ نامہ** کا مصنف غلام علی آزاد امروہوی ہے۔[۳۲] اس کے بعد نجم الاسلام نے تحقیقِ منسوبات پر متعدد مضامین لکھے:

۱۔ "یاصاحب الجمال و یاسید البشر"، مطبوعہ **اورینٹل کالج میگزین** لاہور، جلد ۴، ۳:۵۷، شمارۂ مسلسل ۲۲۶۔ ۲۲۷، ۱۹۸۲ء۔

۲۔ "**دیوانِ غمگین** کس غمگیں کا ہے؟" مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، مشترکہ شمارہ ۸۔۹، فروری ۱۹۹۶ء۔

۳۔ "کچھ منسوبات اور کچھ تحقیقِ منسوبات کے بارے میں"، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، شمارہ ۱۰۔۱۱، مئی ۱۹۹۸ء۔

۴۔ "مسئلۂ ملکیتِ تصنیف کے بارے میں رچرڈ ایلٹیک کی تصریحات"، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، مئی ۱۹۹۸ء۔

۵۔ "دو **موضحِ قرآن**"، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، شمارہ ۱۰۔۱۱، مئی ۱۹۹۸ء۔

۶۔ "**رسالۂ تنقید بر کلامِ شہید** کا مصنف کون ہے؟"، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، شمارہ ۱۰۔۱۱، مئی ۱۹۹۸ء۔

۷۔ "کچھ کتاب **سر العالمین** کے غزالی سے انتساب کے بارے میں" (مترجمہ)، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، شمارہ ۱۰۔۱۱، مئی ۱۹۹۸ء۔

۸۔ "**رسالۂ نوریہ** کس کی تصنیف ہے؟" (مترجمہ)، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، مئی ۱۹۹۸ء۔

۹۔ "آیا کتاب **السعادۃ والاسعاد** ابوالحسن عامری کی تصنیف ہے؟" (مترجمہ)، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، شمارہ ۱۰۔۱۱، مئی ۱۹۹۸ء۔

۱۰۔ "خیام کی اصیل رباعیاں کون سی ہیں؟" (مترجمہ)، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، مئی ۱۹۹۸ء۔

۱۹۶۸ء میں ڈاکٹر حفیظ قتیل، شعبۂ اردو، عثمانیہ یونی ورسٹی کی کتاب **"معراج العاشقین** کا مصنف" انجمنِ ترقیِ اردو آندھرا پردیش، حیدرآباد سے شائع ہوئی۔ اس موضوع پر اس سے پہلے ڈاکٹر حسینی شاہد نے اپنے مقالے میں اجمالاً اظہارِ خیال کیا تھا۔ مصنّف کے مطابق خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے **معراج العاشقین** کے غلط انتساب کی اشاعت کے ذمہ دار مولوی عبدالحق ہیں۔ مصنّف نے ثابت کیا کہ **معراج العاشقین** حضرت مخدوم سید محمد حسینی بندہ نواز کی تصنیف نہیں، بلکہ گیارھویں صدی ہجری کے آخر اور بارھویں صدی کے آغاز کے عہد کے ایک بزرگ مخدوم شاہ حسینی کی تصنیف ہے۔ ۳۳

۱۹۷۰ء میں ڈاکٹر حسینی شاہد کا مضمون "رسائلِ شاہ امین الدین اعلیٰ"، رسالہ **اردو**، کراچی میں شائع ہوا، جس کے مطابق کتب خانۂ جامعہ عثمانیہ میں دکنی رسائلِ نظم و نثر کا ایک مجموعہ محفوظ ہے، جس کو پروفیسر عبدالقادر سروری، مرتّبِ **فہرستِ مخطوطاتِ اردو**، جامعہ عثمانیہ نے حضرت امین الدّین علی اعلیٰ سے منسوب کیا ہے۔ مضمون نگار نے ثابت کیا کہ اس مجموعے کے تمام رسائل حضرت امین سے منسوب نہیں کیے جا سکتے۔ بعض رسائل ایسے بھی ہیں، جن کے مصنفین کا پتا چل گیا ہے، جیسے: رسالہ نمبر ۱۳ ایک مثنوی ہے، جو شاہ دادل خلیفہ شاہ برہان الدّین جانم کی تصنیف ہے۔ اسی طرح رسالہ نمبر ۶ بھی ایک مثنوی ہے، جو سید علی گنج گوہر کی تصنیف ہے۔ ۳۴

۱۹۷۰ء میں سخاوت مرزا کا مضمون "کیا **صراط المستقیم** وجہی کی تصنیف ہے؟"، **مقالاتِ منتخبہ اورینٹل کالج میگزین لاہور** میں شائع ہوا۔ تاریخ میں وجہی نام کے کئی لوگوں کا ذکر آتا ہے، لیکن مضمون نگار نے سوال اٹھایا کہ آیا یہ وجہی وہی مشہور شاعر ہے، جس کی مثنوی **قطب مشتری**، مؤلفہ ۱۰۱۸ھ، اور **سب رس**، مصنفہ ۱۰۴۵ھ، ہے؟ فاضل مضمون نگار نے دلائل کی بنیاد پر رائے دی کہ **صراطِ مستقیم فی دین قویم** ملا وجہی گول کنڈوی کی تصنیف نہیں۔ قندھار کے سلطان برہان نظام شاہ کے زمانے میں خور شاہ ابنِ قبادا لحسینی نے، جو ایران سے احمد نگر آیا، پھر گول کنڈہ گیا، اسے ۹۵۵ھ میں فتحِ قندھار (دکن) کے بعد یہاں لکھا۔ ۳۵

۱۹۸۲ء میں خورشید احمد خاں (لاہور) کا مضمون "نوشہ گنج بخش سے منسوب اردو کلام کی اصل حقیقت"، **اورینٹل کالج میگزین** لاہور بسلسلۂ جشنِ جامعہ پنجاب میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں **گنج الاسرار** اور

انتخابِ گنج شریف کے نوشہ گنج بخش سے انتساب کا بطلان کامیابی کے ساتھ کیا گیا۔ مقالہ نگار ثابت کرتے ہیں کہ **گنج الاسرار** کے ساٹھ سے زیادہ اشعار مثنوی **گلزارِ فقر** سے ماخوذ ہیں۔[۳۶]

۱۹۸۴ء میں مالک رام کا مضمون "**قادر نامہ** کا مصنّف"، مطبوعہ **تحقیقی مضامین**، مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی شائع ہوا۔ پیش لفظ کے مطابق: یہ مضمون اس سے پہلے کسی رسالے میں شائع شدہ ہے۔ قبل ازیں ۱۹۳۶ء میں غلام رسول مہر کی کتاب **غالب**، مسلم پرنٹنگ پریس، لاہور سے شائع ہوئی، جس میں تیرھویں باب میں "تصانیف" کے عنوان کے تحت **قادر نامہ** کے بارے میں وہ اظہارِ خیال کرتے ہیں کہ اس کتاب کا ایک نسخہ، ۱۸۷۳ء کا چھپا ہوا، پنجاب یونی ورسٹی میں دیکھا۔ پبلشر کا دعوا ہے کہ یہ کتاب غالب کی تصنیف ہے، لیکن مجھے اس دعوے کی صحت میں کلام ہے۔[۳۷] مالک رام کے مطابق: روایت اور درایت دونوں سے یہ ثابت ہے کہ **قادر نامہ** مرزا غالب کے دماغ کی پیداوار ہے۔[۳۸] **قادر نامہ** سے متعلق ڈاکٹر شوکت سبز واری کا ایک مضمون "**قادر نامۂ غالب**"، رسالہ **اردو**، کراچی، ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا، جس میں **قادر نامہ** کی اصالت پر شبہات کا رد غالب کی زندگی میں شائع ہونے والے تین ایڈیشنوں کی تفصیلات سے کیا گیا، جو خارجی شہادت کے زمرے میں آتا ہے۔[۳۹]

۱۹۹۲ء میں زاہد منیر عامر کا مضمون "**دیوانِ میر سوز** اور الحاقات"، **مجلۂ تحقیق**، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور میں شائع ہوا۔ نجم الاسلام نے اس کو "مہربان خاں رند سے منسوب کلام کی اصالت" کے نام سے مقتبس کر کے **تحقیق** کے منسوبات نمبر میں شائع کیا، جس میں مضمون نگار **دیوانِ سوز** کے مخطوطے، انجمن ترقیِ اردو بورڈ کراچی میں، جس میں غزلیات کے تمام مقطعوں میں تخلص پر سیاہی پھیر کر اوپر سوز لکھ دیا گیا ہے، مٹائے گئے تخلص پر رند کا قیاس کرتے ہیں۔ مضمون نگار متعدّد شواہد کی بنا پر اس نتیجے پر پہنچے کہ رندؔ سے منسوب کلام کا تعلق میر سوزؔ سے ہے، سوداؔ سے نہیں۔[۴۰]

۱۹۹۶ء میں وحید قریشی کی کتاب **مطالعۂ ادبیاتِ فارسی**، پریمئیر کمپوزنگ سنٹر، لاہور سے شائع ہوئی، جس میں ان کا مضمون "پیر کلیرؒ اور ان کا فارسی دیوان" بھی شامل تھا۔ یہ مضمون **ارمغانِ صابر** یا **دیوان صابر** کے جعل سے متعلق ہے، جو ملک دین محمد اینڈ سنز، لاہور نے شائع کیا۔ مخدوم علاءالدّین علی احمد صابر کلیری سے یہ دیوان منسوب کیا گیا۔ احسان صابری دیباچہ نگار کے مطابق: حضرت نے اپنے قیامِ اجودھن کے دوران چند ابیات و غزلیات کہی تھیں، جو اب ناپید ہیں اور کہیں نہیں مل رہیں۔ حضرت کے وصال کے بعد ان کے شیدائی اور عشّاق حضرت کی تحریر کو اکثر چوما کرتے تھے، جس سے کئی اشعار کے حروف مٹ گئے۔ بعد میں حضرت شیخ عبدالقدّوس گنگوہی نے کافی عرصے بعد کشفی ذریعے سے ان کی درستی کی اور حضرت کا قلمی دیوان نئے سرے سے

مرتب کیا۔ ۱۸۸۰ء میں دہلی کے ایک صابری شیدائی نے حضرت کی کلیات اکٹھی کر کے شائع کرائی۔[۴۱] فاضل مضمون نگار نے کثیر شواہد کی بنا پر نتیجہ نکالا کہ **ارمغانِ صابر** کے مصنف صابر کوئی دوسرے شخص ہیں۔ ان کا سلسلۂ طریقت حضرت نظام الدّین اولیاؒ اور ان کے خلفا سے متعلق ہے اور ان کا زمانہ حضرت نصیر الدّین محمود چراغ دہلیؒ اور شیخ قطب الدّین منورؒ کے بعد کا ہے۔ پیر کلیرؒ اس دیوان کے مصنف نہیں قرار دیے جا سکتے۔[۴۲]

مئی ۱۹۹۸ء میں سید امیر حسن عابدی کا مضمون: بابُر بعیش کوش والا شعر کس بابُر کا ہے؟"، **تحقیق** جام شورو میں شائع ہوا، جس میں اس مشہور شعر کے اصل خالق کا راز فاش کیا گیا:

بابُر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست   نوروز و نو بہار و مے و دلبرِ خوش است

یہ شعر عام طور پر ظہیر الدّین بابُر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ شعر ایک اور بابُر کا ہے، جو عام طور پر مشہور نہیں۔ سلطان محمدی فخری نے **تحفتہ الحبیب** میں دونوں بابُروں کا کلام الگ الگ دیا۔ ایک کو وہ بابُر بادشاہ اور دوسرے کو سلطان بابُر قلندر لکھتا ہے۔ اس شعر والی غزل کو وہ سلطان بابُر قلندر سے منسوب کرتا ہے۔[۴۳]

مئی ۱۹۹۸ء کے **تحقیق** جام شورو میں حکیم محمد موسیٰ امرت سری کا مضمون "کیا رسالہ **کشف الاسرار** داتا گنج بخشؒ کی تصنیف ہے؟" شائع ہوا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ داتا صاحب کی طرف منسوب ہے، جو غالباً پہلی بار مطبع محمدی لاہور میں طبع ہوا۔ اس رسالے پر سنہ اشاعت تحریر نہیں، مگر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کے خیال میں یہ ۱۸۷۰ء میں شائع ہوا۔ مضمون نگار کے مطابق **کشف الاسرار** کے جعلی ہونے کا بین ثبوت یہ ہے کہ یہ سبکِ ہندی میں ہے اور **کشف المحجوب** کی نثر دورِ اول یعنی دورِ سامانیاں کی ہے۔[۴۴]

مئی ۱۹۹۸ء میں حنا عنبرین کا مضمون "**خدا بخش لائبیری جرنل** میں تحقیق منسوبات سے متعلق مضامین"، تحقیق جام شورو میں شائع ہوا۔ جرنل کے شمارہ ۲۸ میں رضوان احمد خاں کا مضمون شائع ہوا، جس میں سیّد سجاد حیدر یلدرم کے انشائیے "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ!" سے متعلق تحقیق ہے۔ یہ انشائیہ یلدرم کے افسانوی مجموعے **خیالستان** میں موجود ہے، جو پہلی بار ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا۔ مضمون نگار کی نظر سے پدم سنگھ شرما کا مضمون "مجھے میرے متروں سے بچاؤ!" گزرا، جس سے سوال پیدا ہوا کہ اس کا اصل مصنف کون ہے؟ تحقیق سے پتا چلا کہ یہ انشائیہ جو بقول یلدرم کے خود ان کا بھی طبع زاد نہیں، بلکہ انگریزی ادب سے ماخوذ ہے، اوّل اوّل سجاد حیدر یلدرم کے افسانوی مجموعے **خیالستان** میں شائع ہوا اور بعد میں پدم سنگھ شرما نے اس کا ہندی ترجمہ کیا۔ شمارہ ۴۰ میں **کیمیاے سعادت** کے نسخۂ بانکی پور پر ابو سعادت جلیلی نے قلم اٹھایا۔ اس نسخے کے بارے میں نسخے میں موجود ایک تحریر کی بنا پر ایک طویل مدّت تک یہ فرض کیا جاتا رہا کہ یہ نسخہ خود امام غزالیؒ کے خطِ مبارک کی یادگار ہے۔ مضمون نگار

نے امام غزالیؒ کے معاصرین کے طریقِ املا اور طریقِ کتابت سے استدلال کیا کہ یہ نسخہ بہت بعد کا ہے۔ جرنل کے شمارہ ۴۹ میں ریاض الرّحمٰن قدوائی کا مضمون ہے، جس میں تین نئی مثنویوں کا تعلق میرؔ سے جوڑنے کی کوشش کی گئی۔ مقالہ نگار نے دلائل سے اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔[۴۵]

جنوری۔ مارچ ۲۰۰۳ء میں ڈاکٹر عارف نوشاہی کا مضمون "خواجہ باقی باللہ سے منسوب ایک رسالے کی اصلیت"، **فکر و نظر** اسلام آباد میں شائع ہوا۔ ۱۹۶۹ء میں ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاں نے ایک کتابچہ "**رسالۂ سلوک** از حضرت میر نعمان رحمۃ اللہ علیہ (خلیفۂ حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہ) و**مشائخِ طرقِ اربعہ** از حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (کہ از بیاض ایشاں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نقل فرمودہ بودند)" شائع کیا۔ ڈاکٹر نوشاہی نے دلائل کی بنیاد پر دعوا کیا: "رسالہ **مشائخِ طرقِ اربعہ** حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا نہیں، بلکہ ان کے ایک ہم نام، ہم عصر اور ہم مشرب بزرگ محمد الباقی بن ہاشم بلخی پلاس پوشی حنفی کی تصنیف ہے۔"[۴۶] اس کے بعد ڈاکٹر عارف نوشاہی کی ایک کتاب اور دو مضامین تحقیقِ منسوبات پر اشاعت پزیر ہوئے:

۱۔ **گوہرِ یکتا**، الفتح پبلی کیشنز، راول پنڈی، مارچ ۲۰۱۱ء۔

۲۔ "لایق جونپوری کی مثنوی **سادہ پرکار** بیدل کی تصنیف ہونے کی تردید"، مطبوعہ **تحصیل** کراچی، جنوری۔ جون ۲۰۲۰ء۔

۳۔ "خان آرزوؔ سے منسوب ایک بیاض"، مطبوعہ **تحصیل** کراچی، جولائی۔ دسمبر ۲۰۲۰ء۔

اردو میں تحقیقِ منسوبات کی اس روایت سے بہ آسانی ثابت ہو جاتا ہے کہ ہمارے محققین نے اس منفرد میدان میں بھی خاطر خواہ دادِ تحقیق دی۔ تحقیقِ منسوبات کا آغاز اگرچہ علامہ شبلی نعمانی کی **الغزالی** سے ہوتا ہے، لیکن جدید تحقیقِ منسوبات کا بانی حافظ محمود شیرانی کو کہنا چاہیے۔ حافظ شیرانی کے بعد اس میدان میں تین محققین کا کام نمایاں ہے، یعنی ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان، ڈاکٹر نذیر احمد اور ڈاکٹر نجم الاسلام۔ تحقیقِ منسوبات پر کام کرنے کے ساتھ، اس کی اصطلاح کو متعین کر کے معروف بنانے، اس کی اصول سازی کرنے اور اسے ایک تحریک بنا کر پیش کرنے میں ڈاکٹر نجم الاسلام کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔ علامہ شبلی نعمانی سے لے کر ڈاکٹر عارف نوشاہی تک اردو محققین نے اپنی تحقیقات کو فخر سے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ البتہ ایک کمی کا تذکرہ کرنا بے جا نہ ہوگا۔ ہمارے فضلا نے داخلی شواہد کی جمع آوری میں سائنسی پیشرفت سے استفادہ نہیں کیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر نجم الاسلام کے انگریزی سے مترجمہ مضمون "مشکوک ادبی دستاویزات کی چھان بین کا سائنسی طریقہ" سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نجم الاسلام: کچھ منسوبات کچھ تحقیقِ منسوبات کے بارے میں، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، شمارہ: ۱۰۔۱۱، مئی ۱۹۹۸ء، ص: ۴۹۱

۲۔ ظفر احمد صدیقی: تحقیقِ منسوبات اور علامہ شبلی نعمانی، مطبوعہ **معارف** شبلی نمبر، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، جلد: ۱۹۴، نومبر و دسمبر ۲۰۱۴ء، ص: ۱۱۷

۳۔ شبلی نعمانی، شمس العلما مولانا: **الغزالی**، کان پور، نامی پریس، ۱۹۰۲ء، ص: ۴۷

۴۔ محمود شیرانی: ہجوِ سلطان محمود غزنوی، مطبوعہ **اردو** [اورنگ آباد دکن]، جلد اوّل، حصہ چہارم، اکتوبر ۱۹۲۱ء، ص: ۵۲۸

۵۔ محفوظ الحق، پروفیسر محمد: زیب النساء اور **دیوانِ مخفی**، مطبوعہ **معارفِ** اعظم گڑھ، مجلّد یازدہم، عدد پنجم، مئی ۱۹۲۳ء، ص: ۳۷۵

۶۔ امیر حسن عابدی، سیّد: "**دیوانِ مخفی**"، مطبوعہ **جرنل عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ** ٹونک، جلد: ۱۰، شمارہ: ۱، ۱۹۹۵ء، ص: ۱۶

۷۔ نکلسن، پروفیسر: **فیہ مافیہ**، مطبوعہ **تحقیق**، شعبہ اردو، سندھ یونی ورسٹی، شمارہ: ۱۰۔۱۱، مئی ۱۹۹۸ء، ص: ۵۵۰

۸۔ نکلسن، پروفیسر: **فیہ مافیہ**، مطبوعہ **معارِف** اعظم گڑھ، عدد پنجم، مجلّد سیزدہم، مئی ۱۹۲۴ء، ص: ۳۴۴

۹۔ مالک رام: **ذکرِ غالب**، دہلی، مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، اکتوبر ۱۹۵۰ء، ص: ۱۵۱

۱۰۔ عرشی، مولوی امتیاز علی خاں: ظہور الاسرار نامی اور مطہر کڑہ، مطبوعہ **معارفِ** اعظم گڑھ، نمبر ۱، جلد ۴۸، جولائی ۱۹۴۱ء، ص: ۴۸

۱۱۔ عرشی، مولوی امتیاز علی خاں: ظہور الاسرار نامی اور مطہر کڑہ (۲)، مطبوعہ **معارفِ** اعظم گڑھ، عدد ۲، جلد ۴۸، اگست ۱۹۴۱ء، ص: ۹۴

۱۲۔ نذیر احمد، ڈاکٹر: ظہور الاسرار نامی اور مطہر کڑہ، مطبوعہ **معارف** اعظم گڑھ، جلد ۹۹، عدد ۱، جنوری ۱۹۶۷ء، ص: ۹۷۶

۱۳۔ اقبال، پروفیسر محمد: رباعیاتِ خیام کی تعیین، مطبوعہ **اورینٹل کالج میگزین** لاہور، جلد ۱۷، عدد ۴، عددِ مسلسل ۶۶، اگست ۱۹۴۱ء، ص: ۸

۱۴۔عبدالودود، قاضی: مصحفی اور سودا، مطبوعہ سہ ماہی رسالہ **اردو ادب** علی گڑھ، جلد ۱، نمبر ۲، اکتوبر ۱۹۵۰ء، ص:۱۷۹

۱۵۔عبدالودود، قاضی: ایک انگریز مستشرق کا سرقہ، مطبوعہ **معاصر**، حصہ ۱، بہ یادگار ڈاکٹر عظیم الدّین احمد مرحوم، مرتبہ: عبدالمنان بیدل، س۔ن۔، ص:۶۱

۱۶۔حبیب الرحمٰن اعظمی مئو، مولانا: **مبارق الازہار** کس کی تصنیف ہے؟، مطبوعہ **معارف** اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۵۴ء، ص:۳۳، ۳۲

۱۷۔نذیر احمد، ڈاکٹر: خسرو ثانی شیخ جمالی دہلوی، مطبوعہ **معارف** اعظم گڑھ، جلد ۴، نمبر ۱، جولائی تا ستمبر ۱۹۵۴ء، ص:۱۵۰

۱۸۔احمد میاں اختر جوناگڑھی، قاضی: مرزا غالب اور امیر مینائی، مطبوعہ سہ ماہی رسالہ **نوائے ادب** بمبئی، جلد ۵، شمارہ ۴، اکتوبر ۱۹۵۴ء، ص:۲۵

۱۹۔مالک رام: مرزا غالب اور امیر مینائی، مطبوعہ سہ ماہی **نوائے ادب** بمبئی جلد ۶، نمبر ۱، جنوری ۱۹۵۵ء، ص:۱۱۷

۲۰۔راشد برہانپوری، سید محمد مطیع اللہ: **مجمع البحار** پر تحقیقی نظر، مطبوعہ **معارف** اعظم گڑھ، جلد ۷۵، عدد ۳، مارچ ۱۹۵۵ء، ص:۲۱۱

۲۱۔غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر: عمادی غزنوی یا عمادی شہریاری، مطبوعہ **معارف** اعظم گڑھ، جلد ۷۹، نمبر ۲، فروری ۱۹۵۷ء، ص:۱۱۶

۲۲۔عطاء الرّحمٰن عطا کاکوی، پروفیسر: **معدن المعانی**، مطبوعہ **معارف** اعظم گڑھ، جلد ۷۹، نمبر ۲، فروری ۱۹۵۷ء، ص:۱۴۴

۲۳۔غلام مرتضیٰ، حافظ: ابن المقفع کی جانب منسوب ارسطاطالیسی تراجم، مطبوعہ **معارف** اعظم گڑھ، مارچ ۱۹۵۷ء، ص:۸۵۳

۲۴۔ضیاء الدّین اصلاحی، مولوی: **تفسیر کبیر** اور اس کے تکملہ کے متعلق، مطبوعہ **معارف** اعظم گڑھ، جلد ۸۰، نمبر ۳، ستمبر ۱۹۵۷ء، ص:۲۱۷

۲۵۔حبیب الرحمٰن اعظمی مئو، مولانا: **الذخائر و التخف** کس کی تصنیف ہے؟ مطبوعہ **معارف** اعظم گڑھ، فروری ۱۹۶۱ء، ص:۸۲۷

۲۶۔ضیاء الدّین اصلاحی، مولوی: **عون المعبود** کا مصنف کون ہے؟، مطبوعہ **معارف** اعظم گڑھ، جلد ۸۷، نمبر ۴، اپریل ۱۹۶۱ء، ص: ۲۸۱

۲۷۔لطف، میرزا علی: **گلشنِ ہند** ،حیدر آباد دکن، ۱۹۰۶ء، ص: ۲۴

۲۸۔ایوب قادری، ڈاکٹر محمد: شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے منسوب بعض رسالے، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، شمارہ: ۱۰۔۱۱، مئی ۱۹۹۸ء، ص: ۷۷۷

۲۹۔عبدالودود، قاضی: "**دساتیر**"، مطبوعہ **نقوش** لاہور، شمارہ ۱۰۵، اپریل مئی، جون ۱۹۶۶ء پہلا حصہ، ص: ۲۸۲

۳۰۔حکم چند نیّر: نوادرِ بنارس، مطبوعہ **اردو ادب** علی گڑھ، شمارہ ۲، ۱۹۶۶ء، ص: ۶۷۔۶۸

۳۱۔شکیل احمد صدیقی، محمد: دیوان منسوب بہ منصور حلاج، مطبوعہ **معارف** اعظم گڑھ، جلد ۱۰۱، عدد ۱، جنوری ۱۹۶۸ء، ص: ۶۱

۳۲۔نجم الاسلام: غلام علی آزاد بلگرامی سے منسوب **گربہ نامہ** اور اس کا اصل مصنف، مطبوعہ **صحیفہ** لاہور، اپریل ۱۹۷۱ء، ص: ۲۵۷

۳۳۔حفیظ قتیل، ڈاکٹر: **معراج العاشقین** کا مصنف، حیدر آباد، انجمنِ ترقیِ اردو آندھرا پردیش، ۱۹۸۰ء، ص: ۹۰

۳۴۔حسینی شاہد، ڈاکٹر: رسائلِ شاہ امین الدّین اعلیٰ، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، شمارہ: ۱۰۔۱۱، مئی ۱۹۹۸ء، ص: ۸۸۷

۳۵۔سخاوت مرزا: کیا **صراط المستقیم** وجہی کی تصنیف ہے؟، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، شمارہ: ۱۰۔۱۱، مئی ۱۹۹۸ء، ص: ۹۰۱

۳۶۔خورشید احمد خاں: نوشہ گنج بخش سے منسوب اردو کلام کی اصل حقیقت، مطبوعہ **اورینٹل کالج میگزین** لاہور، جلد ۵۸: ۱، ۲، شمارۂ مسلسل: ۲۲۸۔۲۲۹۔ شمارۂ خاص بسلسلہ جشنِ جامعہ پنجاب، ۱۹۸۲ء، ص: ۲۲

۳۷۔مہر، غلام رسول: **غالب**، لاہور، مسلم پرنٹنگ پریس، س ن، ص: ۲۹۴

۳۸۔مالک رام: **تحقیقی مضامین**، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۸۴ء، ص: ۴۰

۳۹۔شوکت سبزواری، ڈاکٹر: **قادر نامۂ** غالب: غالب کی زندگی میں شائع ہونے والے تین ایڈیشن، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، مئی ۱۹۹۸ء، ص: ۷۲۵۔۷۲۶

۴۰۔زاہد منیر عامر: مہربان خاں رند سے منسوب کلام کی اصالت، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، شمارہ: ۱۰۔۱۱، مئی ۱۹۹۸ء، ص: ۹۲۹

۴۱۔ صابر کلیری، مخدوم علاؤالدّین علی احمد: **ارمغانِ صابر**، لاہور، ملک دین محمد اینڈ سنز، س ن [دیباچہ: یکم دسمبر ۱۹۶۴ء]، ص: ۶

۴۲۔ وحید قریشی، ڈاکٹر: پیرِ کلیرؒ اور ان کا فارسی دیوان، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، شمارہ: ۱۰۔۱۱، مئی ۱۹۹۸ء، ص: ۶۷۔۷

۴۳۔ امیر حسن عابدی: بابر بعیش کوش والا شعر کس بابر کا ہے؟، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، شمارہ ۱۰۔۱۱، مئی ۱۹۹۸ء، ص ۳۱۔۷

۴۴۔ موسیٰ امرت سری، حکیم محمد: کیا رسالہ **کشف الاسرار** داتا گنج بخشؒ کی تصنیف ہے؟، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، مئی ۱۹۹۸ء، ص: ۳۹۲

۴۵۔ حنا عنبرین: خدا بخش لائبریری جرنل میں تحقیقِ منسوبات سے متعلق مضامین، مطبوعہ **تحقیق** جام شورو، مئی ۱۹۹۸ء، ص: ۴۶۴

۴۶۔ عارف نوشاہی، ڈاکٹر: خواجہ باقی باللہ سے منسوب ایک رسالے کی اصلیت، مطبوعہ **فکر و نظر** اسلام آباد، جلد ۴۰، شمارہ ۳، جنوری۔ مارچ ۲۰۰۳ء، ص: ۸۸